رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

فہرست مضامین

ایڈیٹر: غلام نبی ۔ اسسٹنٹ: مہر محمد خان

جلد ۷ | مورخہ ۱۷ جون سنہ ۱۹۲۰ء | مطابق ۲۹ رمضان سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۹۶

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

جناب حافظ روشن علی صاحب نے رمضان المبارک میں جو قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا تھا۔ وہ خدا کے فضل و کرم سے ۲۹۔ رمضان المبارک بروز جمعرات سارے قرآن کریم کا ختم ہو گیا۔

تراویح میں بھی بروز جمعرات جناب قاری غلام یٰسین صاحب نے قرآن کریم ختم کیا۔

لوکل انجمن کے زیر انتظام صدقۃ الفطر غلہ اور نقدی کی صورت میں وصول کر کے غربا اور حاجت مند لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔

گرمی میں پھر خاصی شدت ہو گئی ہے۔

نامہ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر۔ مورخہ ۱۳۔ مئی سنہ ۱۹۲۰ء)

رچمانڈ میں لیکچر
ڈاکٹر لیوک کا اسلام

رچمانڈ میں پہلا لیکچر گذشتہ نامہ لنڈن میں لکھا جا چکا ہے کہ مولوی فتح محمد سیال ایم اے مبلغ اسلام کے تین لیکچر رچمانڈ ایتھ نگٹن ہال میں مقرر ہوئے ہیں۔ انمیں سے پہلا لیکچر ۳۔ مئی کو بڑی شان سے ہوا۔ اس لیکچر کے متعلق جو اس سلسلہ کا پہلا لیکچر تھا۔ رچانڈ ٹائمز لکھتا ہے:۔

اسلام اور سلطنت برطانیہ مولوی فتح محمد سیال ایم اے قادیان پنجاب نے اسلام اور سلطنت برطانیہ پر مجوزہ سلسلہ تقاریر کا پہلا لیکچر (۳۔ مئی ۸ بجے شام) ایتھ نگٹن ہال میں دیا۔ مقرر نے کہا کہ اسلام کا مطالعہ کرتے وقت جو امر سب سے اول طالب حق کی توجہ کا جاذب ہوتا ہے وہ اس مذہب کا تاریخی مذہب ہونا ہے۔ اور اس کے نبی کا تاریخی نبی ہونا ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اسمیں نہ کوئی دوسرا مذہب اور نہ کوئی دوسرا بانی مذہب اسلام کے مقابل عہدہ برآ ہو سکتا ہے اس واقعہ سے پیغمبر اسلام نے دنیا میں بطور ایک رسول کے کام کیا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کو معلوم ہے۔ کہ محمد رسول اللہ کہاں پیدا ہوئے اور کن حالات میں قدرت نے ان سے کام لیا۔ کس طرح انکی بطور ایک لڑکے ایک نوجوان کے زندگی بسر ہوئی۔ کیسے ان کی شادی ہوئی۔ انہوں نے اپنی پیدائشی قصبہ میں حکومت اور تمدن میں کیا حصہ لیا۔ ان کو حصول روشنی کے لئے کیا کیا دماغی جد و جہد کرنی پڑی۔ اور کس طرح آخر کار روشنی کے اصل منبع سے آخری روشنی میسر آئی۔

اسلام کیا تھا؟ ایک مضبوط زندہ اور ترقی کی طرف راہ نمائی کرنے والا مذہب تھا۔ اس لئے یہ مذہب بسرعت کے ساتھ اطراف عالم میں پھیل گیا۔

سلطنت برطانیہ میں ایک سو ملین یعنی دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اس لئے اس سلطنت کا امن اور اقبال مسلمانوں اور انگریزوں کے باہمی تعلقات محبت پر منحصر ہے۔ لفظ اسلام کے لغوی معنی اطاعت یا صلح کے ہیں۔ اسلام میں تمام مذاہب کے اصل الاصول اپنی خالص شکل میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام جیسا کہ بعض یورپین مصنفوں کا خیال ہے۔ بعض یہودیت اور نصرانیت کی تعلیم کا مجموعہ نہیں بلکہ اسمیں مصری۔ بابلی۔ ایرانی اور ہندی مذاہب کی تعلیموں کا بھی بہترین حصہ شامل ہے۔ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں خدا کے اخلاق کی پیروی کرنے کا حکم ہے تاکہ وہ مخلوق خدا سے شفقت کا برتاؤ کریں۔

دوسرا لیکچر پیر کی شام کو ۸ بجے ہوگا۔" رچانڈ ٹائمز ۸ مئی سنہ ۲۰ء

دوسرا لیکچر

محولہ بالا سلسلہ کا دوسرا لیکچر ۱۰ مئی کو مقررہ وقت پر ہوا۔ ایک گھنٹہ کی دلچسپ تقریر کے بعد جسے تعلیم یافتہ اعلےٰ طبقہ کے حاضرین نے توجہ سے سُنا۔ قریباً آدھا گھنٹہ تک سلسلہ سوال و جواب جاری رہا۔ چونکہ مقامی اخبارات کے قائم مقاموں نے لیکچر کے نوٹ لئے اور امید ہے کہ وہ مفصل کیفیت شایع کرینگے۔ اس لئے اس لیکچر کا حال انشاء اللہ اگلے ہفتہ ہدیہ ناظرین ہوگا۔

ڈاکٹر لیوک فاروق

ٹرینی ڈاڈ۔ امریکہ کا باشندہ۔ ایک تعلیم یافتہ نوجوان ٹیچنگ آف اسلام اور دوسرا احمدی لٹریچر مطالعہ کرنے اور مبلغین سے قریباً دو ماہ تک سلسلہ گفتگو جاری رکھنے کے بعد کل ۱۲۔ مئی کو مسیحیت سے تائب ہوکر اسلام لایا۔ اور ... ... احمدی ہوکر لوقا سے محمد فاروق ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ مفصل اگلے ہفتہ انشاء اللہ۔

گرجوں کی مسماری

لنڈن کے اخبارات میں آجکل اس رپورٹ پر لے دے ہو رہی ہے۔ جو بشپ آف لنڈن کے مقرر کردہ کمیشن کی طرف سے شہر لنڈن کے گرجوں کی نسبت شایع ہوئی ہے۔ کمیشن نے سفارش کی ہے کہ ۰۰۰، ۱۳ آدمیوں کے لئے ۴۷ گرجے زیادہ ہیں۔ اور کہ چرچ آف انگلینڈ اسقدر خرچ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ ۴۷ گرجے آباد رکھے اس لئے انہیں سے ۱۹ گرجے گرا دئے جائیں۔ اگرچہ یہ اخبار لکھنے والے مسیحی نہیں چاہتے کہ گرجے گرائے جائیں۔ مگر اخبارات لکھتے ہیں کہ "وہ خواہ کچھ ہو بعض گرجے ضرور گرائے جائیں۔ کیونکہ اس قربانی میں جو "زمانہ کے اثر" کا نتیجہ ہے۔ گرجے کو حصہ لینا چاہئے اور لنڈن والوں کو اسپر راضی ہونا چاہیئے"۔

ناظرین الفضل تعجب نہ کریں۔ کیونکہ یہاں بہت سے گرجے اس سے قبل بھی گرائے جاچکے ہیں۔ اور بعض میں یہودیوں کے معبد بنے ہیں بعض میں مال گودام ہے۔ ایک گرجے میں متروک تصاویر کا تماشہ ہے۔ عیسائیت خود بخود زمانہ کے اثر کے سامنے پگھل رہی ہے اور اب کسی بیرونی حملہ آور کی ضرورت نہیں۔ خدا کے فرشتے اندر ہی اندر انسان پرستی کا خاتمہ کر رہے ہیں۔

طلاق کی سہولت

طلاق کی سہولت کا قانون پارلیمنٹ کی منظوری کے لئے پیش ہے۔ جس کمیشن نے سہولت کی سفارش کی ہے۔ اسمیں لیڈی بالفور اور مسز ٹینینٹ بھی شامل تھیں۔ پر دو خواتین نے قانون موجودہ متعلق طلاق میں اصلاح اور سہولتیں پیدا کئے جانے کی رائے سے اتفاق کیا۔

جانبازان جماعت احمدیہ

چند دن ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک فرمائی تھی کہ احباب تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اس آواز پر خدا کے فضل سے جن اصحاب کو اب تک لبیک کہنے کی توفیق ملی ہے۔ ان کے اسماء درج ذیل کئے جاتے ہیں تاکہ احباب ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عہدوں پر قائم رکھے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق دے۔ یہ دوست جہاں بھی ان کو تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا جائے جانے کے لئے تیار ہیں۔ اور خود اپنا کما کر کھائینگے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار۔ رحیم بخش۔

(۱) میاں عزیز الدین صاحب کھاریاں گوجرانوالہ
(۲) میاں محمد مسیح صاحب ریکارڈ کیپر۔ میرٹھ۔
(۳) ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے۔ قادیان۔
(۴) میاں برکت علی صاحب۔ کلرک دفتر۔ ٹریفک مینیجر لاہور۔
(۵) میاں عمر دین صاحب۔ چک نمبر ۳۲۷۔ ضلع لائل پور۔
(۶) میاں فضل محمد خان صاحب۔ کلرک دفتر نہر۔ انبالہ۔
(۷) میاں عبد الغنی صاحب کلرک - قادیان۔
(۸) میاں بشیر الدین صاحب اگریکلچرل کالج بھاگلپور۔
(۹) میاں محمد امین صاحب - پشاور۔
(۱۰) سید محمد عبد اللہ صاحب۔ اسسٹنٹ سٹور کیپر میونسپل آفس میکھوری
(۱۱) میاں مہر محمد خان صاحب۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل قادیان
(۱۲) میاں محمد نواز خان صاحب۔ ککھٹی۔
(۱۳) ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم۔ قادیان۔
(۱۴) میاں رحمت اللہ صاحب طالبعلم۔ قادیان۔
(۱۵) میاں زین العابدین صاحب۔ ماریشس۔
(۱۶) میاں ابو الحسن صاحب۔ سیلونی۔
(۱۷) ماسٹر نذیر خان صاحب۔ منشی فاضل قادیان۔
(۱۸) میاں الٰہ دین صاحب ٹھیکریاں۔ ضلع راولپنڈی۔
(۱۹) میاں عبد اللہ صاحب۔ پٹھان۔ قادیان۔
(۲۰) ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب قادیان۔
(۲۱) مطیع الرحمان صاحب۔ بنگال۔

وظائف مدرسہ احمدیہ

گذشتہ الفضل میں پانچ وظیفوں کا اعلان کیا گیا تھا۔ اسکے بعد مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے زائد وظائف موصول ہوئے ہیں۔ اللھم زد فزد +

(۱) سیٹھ الٰہ دین صاحب ابراہیم بھائی حیدرآباد دکن ۱۲/ ماہوار
(۲) سیٹھ عبد اللہ الٰہ دین صاحب " ۱۲/ "
(۳) خانصاحب غلام اکبر خان صاحب جج ہائیکورٹ۔ حیدرآباد دکن } ۵/ "
(۴) ڈاکٹر غلام غوث صاحب ۲/ "
(۵) ڈپٹی محمد شریف صاحب امرتسر ۲/ "

اُمید ہے کہ دیگر احباب بھی جلد توجہ فرمادینگے۔

خاکسار عبد الرحمٰن مصری۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان ۔ ۱۷ جون سنہ ۱۹۲۰ء

ہمارے چندے کی اپیل پر مخالفین کے لغو اعتراضات

ناظر صاحب بیت المال نے پچھلے دنوں ایک مضمون جماعت احمدیہ کے لئے شائع کیا جس میں ضروریات سلسلہ کی تفصیل اور چندوں کے فراہم کرنے کی اپیل تھی۔ اس پر ہمارے اندرونی اور بیرونی مخالفین نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق اعتراض کئے گئے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کی مالی حالت کمزور دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار کیا ہے۔ نیز غیر مبایعین کی طرف سے ہمارے امام پر جائداد خریدنے کا الزام لگایا گیا ہے۔

ہم ان سب لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ ان کی خوشی جھوٹی ان کی ہنسی باطل اور ان کے الزامات لغو ہیں۔ کیونکہ جو کچھ سمجھتے ہیں وہ حقیقت سے دور ہے۔ ہماری مالی حالت پر ہنسی تب اڑائی جاتی۔ جبکہ ہمارے کام بند ہو جاتے یا مختصر کئے جاتے۔ مگر اشد ترین دشمنوں کو بھی ماننا پڑیگا۔ کہ ہمارا کام دن بدن وسیع بلکہ وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ پس جب کام وسیع ہو رہا ہے۔ تو اخراجات بھی وسیع ہونے چاہئیں اور ہوتے ہیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ کیا اخراجات کے مطابق ہماری آمد بھی ہے یا محض کام ہی بڑھ رہا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جہاں ہر سال ہمارا کام وسعت پذیر ہو رہا ہے۔ وہاں ہماری آمد بھی بڑھتی جاتی ہے۔ امسال بیشک تیس ہزار روپیہ بجٹ سے زیادہ ہمارا خرچ ہوا ہے۔ لیکن اسی ہزار جماعت نے بجٹ سے زیادہ دیا ہے۔ جو مسجد لنڈن کے لئے ہے۔ گویا خرچ سے پچاس ہزار زیادہ ہمارے خزانہ میں روپیہ آیا۔ لیکن ہمارے تیس ہزار کے خرچ کو ہی دیکھنے والے اور اسی ہزار آمد سے آنکھیں بند کر لینے والے معترض یہی کہتے ہیں کہ ہماری مالی حالت نازک اور اس قدر باغیہ کے مقابلہ میں کمزور ہے۔

عقلمند اور کام کرنیوالے لوگوں کے نزدیک محض روپیہ کا جمع ہونا کبھی کامیابی اور بڑائی نہیں سمجھا جاتا۔ ایک ایسی حکومت جس کا خزانہ روپیہ سے پُر ہو۔ اس کے متعلق یہی کہا جائیگا۔ کہ اس کے پاس ایسے قابل اور کارکن آدمی نہیں ہیں۔ جو روپیہ کو منافع پر لگا سکیں۔ برخلاف اسکے ایک منتظم اور قابل لوگوں کے ہاتھوں میں جو سلطنت ہوگی۔ خواہ وہ کتنی بڑی ہی اور اس کی آمدنی کے ذرائع کتنے وسیع ہوں۔ اس کے خزانے میں روپیہ بند نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا روپیہ روپیہ کمانے کے لئے خزانہ سے باہر ہوگا۔ اسی طرح ہمارا روپیہ ہر سال پہلے سے زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اور اسی مقدار سے اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ دیتا ہے۔ پس اگر ہماری مٹھی بھر جماعت کی مالی حالت کا اندازہ کرنا ہو۔ تو ہمارے سالانہ آمد و خرچ کو دیکھنا چاہئیے تاکہ معلوم ہو کہ ہر سال کس قدر روپیہ خدا کی راہ میں لٹایا جاتا ہے۔ اور کس طرح اس میں زیادتی ہی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ کیا ہمارے مخالفین نہیں جانتے۔ کہ ہر سال پہلے کی نسبت زیادہ بجٹ ہوتا ہے اگر جانتے ہیں تو ان کا ہماری حالت پر ہنسی اڑانا بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

اچھا ہمارا خزانہ خالی سہی۔ ہمارے آدمی بھوکے سہی۔ ان میں بیقراری بھی پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ۔ کیا پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھنے والوں کی وہ حالت حالت بیقراری کی نہ تھی کہ انہیں جبکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھا کر ان مضطربین کو مطمئن کرنا پڑا تھا۔ پھر کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک طرف تو دنیا سے نبرد آزمائیاں اور جنگیں ہو رہی تھیں۔ اور دوسری طرف لوگوں سے مٹھی مٹھی بھر جو طلب کئے جاتے تھے۔ اور کہا جاتا تھا کہ لاؤ جو کچھ لا سکتے ہو۔ اگر یہ بات غلط نہیں بلکہ سچ ہے۔ اور مخالفین اس کو سچا سمجھتے ہیں۔ تو پھر کس منہ سے ہماری مالی حالت پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔

کیا یہ ہمارے حق پر ہونے اور دولت ایمان سے مالا مال ہونے کی دلیل نہیں کہ دشمن تو ہماری حالت ضعف پر ہنس رہا ہے لیکن ہمارے ضعفاء اس جوش و خروش سے جو اس زمانہ میں بڑے بڑے دولتمندوں بلکہ حکمرانوں میں بھی نہیں پایا جاتا۔ خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ اور جب کبھی ان سے مانگا جاتا ہے تو بڑی فراخدلی سے خدا کی راہ میں ما حضر لا حاضر کرتے ہیں۔ کیا مولوی ثناء اللہ وغیرہ بتائینگے کہ ہم غریبوں کے مقابلہ میں وہ اور ان کے امراء سالانہ کیا کرتے ہیں۔ کس قدر روپیہ سالانہ اشاعت اسلام میں خرچ کرتے ہیں کس قدر مبلغ اور واعظ ان کے انتظام کے ماتحت تبلیغ دین کرتے پھرتے ہیں۔ کس قدر کتابیں اور رسالے مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں اور اسلام کی تائید میں وہ شائع کرتے ہیں۔ اگر اس پہلو میں باوجود ہماری جماعت سے کئی گنا زیادہ ہونے کے اور دولت و مال زیادہ رکھنے کے ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور قطعاً نہیں کر سکتے جیسا کہ آئے دن مولوی ثناء اللہ کے اخبار میں یہی رونا رویا جاتا اور اپنے علماء کو غیرت دلائی جاتی ہے کہ احمدی واعظ جگہ جگہ پھرتے رہتے ہیں۔ تم کیوں گھروں سے نہیں نکلتے۔ تو انہیں شرم کرنی چاہئیے اور ہم پر ہنسی اڑانے کی بجائے اپنی دولت اور اپنی کثرت پر ماتم کرنا چاہئیے۔ کہ انہیں باوجود خدا کا دیا ہوا مال کافی رکھنے کے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

پیغام نے ہمارے امام پر مال جمع کرنے اور زمینیں خریدنے کا الزام لگایا ہے۔ یہ الزام پرانا ہے۔ جو خدا کے نبیوں اور ان کے خلفاء پر ہمیشہ لگایا گیا ہے۔ اس ظالم معترض کو کیا خبر ہے کہ ہمارا خلیفہ جائداد نہیں بناتا۔ اس نے زمین بیشک خریدی ہے۔ مگر کیا اپنی ذات کے لیے۔ اپنی اولاد کے لئے۔ اپنے بھائیوں کے لئے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جماعت کے روپیہ سے جماعت کے لئے خریدی ہے۔ کیا یہ ایثار نہیں۔ کہ اس طرح وہ اپنے بہت سے حقوق کو جماعت کے لئے قربان کر رہا ہے۔

اسی سلسلہ میں مسجد لنڈن کے چندے پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق ہم اتنا ہی کہتے ہیں کہ کچھ مدت صبر کرو۔ اللہ اپنی مسجد سرزمین شرک میں بنانے کے سامان مکمل کر دیگا۔ روپیہ خدا کے فضل سے فراہم ہو چکا ہے۔ اس وقت نہ معلوم غیظ و غضب سے تمہاری کیا حالت ہوگی۔ ہو جائیگی فی الحال تعویق تو اس لئے ہے۔ کہ ہمارے دشمن کچھ دن خوشی منا لیں۔

یہ بالکل غلط ہے کہ مسجد لنڈن کے چندہ میں غیر احمدیوں کا روپیہ بکثرت ہے۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ کہیں کہیں کچھ روپیہ غیر احمدیوں نے بھی دیا ہے۔ مگر ہم نے ان سے ایمان فروشی کر کے

نہیں لیئے۔ انہوں نے خود دیئے ہیں۔ اور جب کوئی خود بغیر سوال اور تحریک کے دے۔ تو اس سے لینا کوئی جرم نہیں۔ جرم تو یہ ہے۔ کہ چند پیسوں کی خاطر اپنا ایمان ان کے ہاتھ فروخت کیا جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمیں اس نے کسی غیر کے آگے سوال کرنے کی ذلت سے بچایا ہے۔ غیر احمدیوں کا چندہ جس کو پیغام نے بکثرت بتایا ہے۔ غیر احمدیوں کا ہی نہیں۔ بلکہ اسمیں ہندو اور سکھ تک بھی شامل ہوئے ہیں۔ اور ان سب کے چندہ کی مجموعی مقدار پانسو سے زیادہ نہیں۔ پنجاب کے غیر احمدیوں۔ ہندوؤں سکھوں کا چندہ قریباً ۲۰۰ روپیہ ہے۔ بڑی سے بڑی رقم جو کسی غیر احمدی نے دی ہے۔ وہ ایک ہندوستان کے شخص کی ہے۔ جو ایک احمدی کے رشتہ دار ہیں۔

پس مسجد کا چندہ جواب تک نقد اسّی ہزار روپیہ ہوا ہے۔ اس میں سے ساڑھے چار پانسو روپیہ کو جو بغیر کسی دریوزہ گری اور ایمان فروشی کے ملا۔ بکثرت کہنا۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

راس الجہلاء مولوی ثناء اللہ کو نام کو اہل حدیث۔ مگر علم حدیث سے حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں کہ:۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب تشریف لاوینگے۔ تو اس وقت مال کی فراوانی کی یہ حالت ہوگی۔ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد (متفق علیہ) کہ حضرت مسیح علیہ السلام لوگوں کو مال دینگے۔ تو عنائی کی وجہ سے کوئی اس کو قبول نہ کریگا۔ اس حدیث کے مطابق چاہیئے تھا کہ قادیان میں مال و دولت کے خزانے اتنے ہوتے۔ کہ قادیاں سونے چاندی کی بنجاتی ''۔ (اہل حدیث ۵ - جون ۱۹۲۰ء)

ہر ایک علم حدیث کا واقف جانتا ہے کہ تا دیل طلب احادیث کی بناء پر اعتراض کرنا سراسر جہالت ہے۔ اگر اس حدیث کے ظاہری معنے لئے جائیں تو قرآن کریم کی ان صریح آیات کا انکار کرنا پڑتا ہے جنہیں لکھا ہے کہ لوگوں کے لئے رزق اندازوں کے ماتحت وسیع اور تنگ کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو دنیا میں فساد پڑ جائیں لیکن اگر دنیا میں ایسا وقت بھی آئیگا کہ سارے لوگ ایک ہی سطح پر آجائینگے۔ اور کسی کو دولت کی احتیاج ہی نہیں رہیگی۔ تو قرآن کریم کی ایسی آیات کدھر جائینگی۔

اگر اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے۔ تو مولوی ثناء اللہ کا اعتراض بالکل لغو ثابت ہو جاتا ہے۔ یفیض المال کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں مال کی بہت فراوانی ہوگی۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ آج اموال کی فراوانی نہیں۔ اگر یفیض المال بھی ہو۔ تو جس طرح انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ خدا کا طریق عمل رہا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہو گا۔ جس طرح مسلمانوں کو ان وعدوں کے ماتحت جو نبی کریم سے کئے گئے تھے۔ مالا مال کیا گیا۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہماری جماعت کے ساتھ ہو گا۔ اور ہمارے لئے بھی یہ تنگی کے دن نہیں رہینگے۔

مولوی ثناء اللہ نے کہنے کو تو کہدیا کہ قادیان کیوں سونے چاندی کی نہیں بنگئی۔ لیکن اتنا نہ سوچا کہ یہ بعینہ وہی اعتراض ہے۔ جو جہلاء مکہ و کفار نابنجار نے نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا کہ اگر تم نبی ہو تو یکون لک بیت من زخرف (بنی اسرائیل) تمہارا گھر سونے کا ہو جانا چاہیئے۔ اگر وہاں سونے کا گھر موجود ہو گیا تھا۔ تو آج ہم بھی قادیان سونے چاندی کا دکھانے کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ ورنہ جو جواب ان کا دیا گیا وہی ہماری طرف سے ہے۔ مولوی ثناء اللہ کو کفار سے یہ ایک اور مشابہت مبارک ہو۔

مسٹر ظفر علیخان کی تہذیب

مسٹر ظفر علی خان جن کی کوشش ہمیشہ سے کسی نہ کسی کے ستا کر مزعومہ فوائد حاصل کرنا رہی ہے۔ اور جو اسی مقصد کی خاطر زمانہ کے اُتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ رنگ بدلنے کی وجہ سے ''پولٹیکل گرگٹ'' کا موزون و مناسب لقب حاصل کر چکے ہیں۔ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی بیہودہ اور مفسدانہ حرکات کو کچھ وقعت دیجائے۔ لیکن چونکہ وہ بتقاضائے فطرت دشنام دہی سے باز نہیں آتے۔ اسلئے مجبوراً اندفاعی طور پر اور ناواقف لوگوں کو آگاہ کرنیکے لئے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ اگر وہ ''آ بیل مجھے مار'' کی ضرب المثل پر عمل پیرا ہو کر ہمیں مخاطب کریں۔ تو ہم کبھی انہیں منہ نہ لگائیں۔

۱۱ - جون ۱۹۲۰ء کے زمیندار میں ''قادیان شریف کی تہذیب'' کے عنوان سے انہوں نے ہمارے ان الفاظ پر خواہ مخواہ قیل و قال کی ہے۔ جنہیں ہم نے سردار نصر اللہ خاں کے مرنے کی خبر شائع کرتے ہوئے۔ اور جو یہ ہیں:۔

''امیر حبیب اللہ خان صاحب سابق والئے کابل کے بھائی سردار نصر اللہ کے مرنے کی خبر شایع ہوئی ہے''۔

ان الفاظ کو تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہوئے خود تہذیب و شرافت کو بالائے طاق رکھ کر ہمارے امام پر سوقیانہ آوازے کسے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس خبر کو درج کرتے ہوئے کیوں ''اس کے گذشتہ اعمال و افعال پر چشم خوردہ گیر کا پردۂ اغماض ڈالکر رسمی طور پر اظہار حزن و ملال'' نہیں کیا۔ اور کیوں ''خدا کی رحمت اور مغفرت کے اسکے حق میں طالب'' نہیں ہوئے۔

قطع نظر اس کے کہ ایک شخص جس کے متعلق ہمارا خیال ہو۔ کہ اس نے سرزمین کابل کے ایک نہایت متقی اور بزرگ انسان شہزادہ عبد اللطیف شہید کو محض احمدیت کی وجہ سے سنگسار کرایا۔ اور اپنے ہاتھ سے اس پر پتھر برسائے۔ اس کے مرنے پر ہمارے دل میں حزن و ملال کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اسکے حق میں خدا کی رحمت کے ہم کس طرح طالب ہو سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ جب ہمیں مسلمان ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ ''شقی ازلی'' قرار دیکر قابل رجم ٹھہرایا جاتا ہے تو ہمارے رسمی اظہار حزن و ملال اور دعائے رحمت و مغفرت کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ کہ اس کے لئے مسٹر ظفر علی کو اس قدر توجہ فرمائی کی ضرورت پیش آئی۔ اور انہوں نے خبر کے الفاظ کو خلاف تہذیب ثابت کرنیکے لئے ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگایا۔ جاننے والے جانتے ہیں اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ خواہ مخواہ ہمارے سر ہونے کا موجب مسٹر ظفر علی کی وہی غرض و غایت ہے۔ جو ان سے افغانی و فد کی شان میں قصیدہ خوانی کرا رہی ہے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کسی مقصد کے حصول کا یہ طریق ہرگز مناسب نہیں ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے بات کا بتنگڑ بنایا جائے۔ تعجب ہے۔ اس طرز عمل کے نقصان رساں ہونے کا انہیں کافی تجربہ ہو چکا ہے۔ تاہم وہ اس سے باز نہیں آتے۔

اگر مسٹر ظفر علی کو سردار نصر اللہ خان سے بوجہ کسی خاص تعلق کے ہمدردی ہے۔ اور اسی ہمدردی کے اظہار کے لئے وہ خواہ مخواہ ہمارے گلے کا ہار ہو رہے ہیں۔ تو کیا اب جبکہ یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ:۔

''سردار نصر اللہ خان کو جو امیر افغانستان کے چچا تھے۔ قتل کر دیا گیا ہے''۔

تو وہ قاتلوں کا پتہ لگانے اور ان کو سزا دلانے کی کوشش کرینگے۔ کہ

یہی اظہار ہمدردی اور حق وفاداری کے اظہار کا اصل طریق ہے۔

اسموقعہ پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مسٹر ظفر علی کی تہذیب اور شرافت کا کسی قدر نمونہ پیش کریں تاکہ سمجھدار اصحاب اندازہ لگا سکیں۔ کہ جو شخص خود اس تہذیب کا مالک ہو۔ اسے ہمارے ان الفاظ کو جو ہم نے سردار نصر اللہ خان کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے لکھے۔ خلاف تہذیب قرار دینے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔

زمیندار کے اسی پرچہ (جسمیں ہم پر لے دے کیگئی ہے) کے پہلے صفحہ کی پہلی سطر مولوی فاخر صاحب کے جیلخانہ میں جانے کے متعلق بقلم جلی یہ درج ہے:۔

"مولانائے فاخر اپنے سسرال میں" اور اس کے نیچے شعر لکھے ہیں:۔

پہنچے تو ہو تم شوق سے سسرال میں فاخر
لوٹ آؤ خدارا مگر اک سال میں فاخر
جل دے کے چھپا دینگے وہ نعلین بھی تیری
آئیگا اگر سالوں کی تو چال میں فاخر

ان اشعار کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان سے خود دیکھ لیا تہذیب اور متانت کیا ہے ہی ہے اور شائع کرنیوالے کے حسن مذاق کا پتہ بھی لگتا ہے۔ ایسے پاک اخلاق رکھنے والے انسان کی نظر میں ہم جسقدر بھی تہذیب سے عاری ٹھہریں کم ہے۔

عدم تعاون کی تحریک اور مسلمانان ہند

وہ مسلمان جو معاہدہ ٹرکی کو غیر مؤثر بنانے کے لئے "عدم تعاون" کا طرز عمل اختیار کرنے پر باوجود سنجیدہ اور دور اندیش اصحاب کے منع کرنے کے۔ زور دے رہے ہیں اور بڑے فخر سے کہہ رہے ہیں کہ ہندو صاحبان بھی اس کام میں ان کے ساتھ ہیں۔ یہ تو معلوم کر چکے ہونگے۔ کہ ہندوؤں نے اس سوال کے جواب کو کہ انہیں کہاں تک عدم تعاون میں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیئے۔ کانگریس کے کسی خاص اجلاس تک ملتوی کر دیا ہے۔ اب لالہ لاجپت رائے صاحب کے حسب ذیل الفاظ کو بغور پڑھ لیں۔ جو اپنے اخبار مورخہ ۱۰۔ جون میں لکھتے ہیں:۔

"جب تک ہمارے مسلمان بھائی عدم تعاون کے مسئلہ کو عمل کی کسوٹی پر پرکھ کر کوئی مثال قائم نہ کرینگے ہندوؤں سے پیشقدمی کی امید رکھنا عبث ہے"۔

ان الفاظ میں ہندوؤں کی شمولیت کا سارا دارومدار مسلمانوں کی طرف سے کوئی مثال قائم کرنے پر رکھا گیا ہے۔ لیکن کیا مسلمان کوئی مثال قائم کرینگے۔ اس کے متعلق لالہ صاحب ہی فرماتے ہیں:۔

"ایمانداری ہم کو یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ اسوقت تک ہم کو مسلمانوں کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں خلافت کے لیے اور نہ عدم تعاون کے لئے کوئی خاص جوش یا گرمی دکھائی دی۔ اور اگر اس بارہ میں ان کی موجودہ روش قطعی اور فیصلہ شدہ ہے۔ تو ہمیں اندیشہ ہے کہ عدم تعاون کے ان طریقوں میں جو الہ آباد کی کانفرنس نے اختیار کئے ہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوگی"۔

گویا نہ مسلمان عدم تعاون کی کوئی مثال پیش کر سکینگے اور نہ ہندوؤں کیلئے ان کا ساتھ دینے کا موقعہ آئیگا۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہندو لیڈر سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو عدم تعاون میں ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ تو پھر وہ کیوں انہیں اپنی پرزور تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ یہ طریق اختیار کرنے کی تحریک کر رہے ہیں۔ اس کا جواب اگر ہم اپنی طرف سے دیں تو شاید درست تسلیم نہ کیا جائے۔ اسلئے لالہ لاجپت رائے کے الفاظ میں ہی لکھ دیتے ہیں:۔

"اگر مسلمان بغیر کسی جبر یہ کاروائی کرنے کے مسٹر گاندھی کے اصول کی پیروی میں مسئلہ عدم تعاون پر عمل کرینگے۔ تو اس سے شور و شر ہونا لازمی نہیں۔ اگر وہ مسلمان کامیاب ہو گئے تو انکی کامیابی ہندوستان کی دیگر قوموں کیواسطے نہایت مفید ہوگی۔ اور اگر وہ ناکامیاب ہوئے۔ تو ان کا تجربہ دوسری قوموں کیواسطے نہایت مفید ہوگا"۔

کیا ان الفاظ کا صاف اور واضح مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو عدم تعاون کے گڑھے میں محض تجربتاً دھکیلا جا رہا ہے۔ اور ان کی کامیابی یا ناکامی سے فائدہ اٹھانے کی منتظر "ہندوستان کی دیگر قومیں" بیٹھی ہیں۔ اگر یہی مطلب ہے۔ تو کیا مسلمان سوچینگے کہ ان کا اپنی ہستی کو خطرہ میں ڈالکر دوسروں کو تجربہ کرانا اور وہ طرز عمل اختیار کرنا جسمیں ان کے لئے کامیابی کی نسبت ناکامی زیادہ یقینی ہو مناسب اور موزوں ہے یا وہ طریق جس سے ان کا کامیاب ہونا یقینی ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جو امام جماعت احمدیہ نے اپنے اس مضمون میں بیان فرمایا۔ جو خلافت کانفرنس الہ آباد کے لئے لکھا گیا۔ کہ مسلمانوں کو تبلیغ اسلام میں لگ جانا چاہیئے اور اسلام کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے یورپین ممالک میں مشنری جانے چاہیئیں۔ یہ کامیاب اور بامراد ہونے کا یہ تجربہ شدہ طریق ہے۔ کاش مسلمان اسکی طرف متوجہ ہوں۔ تا آئندہ تنزل کی بجائے ترقی اور زوال کی بجائے عروج کی طرف ان کا قدم اٹھے۔

مسٹر گاندھی اور مسلمانوں کی راہنمائی

مسلمانوں کا وفد خلافت جب ولایت روانہ ہوا۔ تو اعظم گڑھ کے رسالہ معارف نے کہ اسکے ایڈیٹر سید سلیمان صاحب بھی ارکان وفد میں سے ایک ہیں۔ وفد کا ذکر بایں الفاظ کیا:۔

"اسلام کی سیزدہ صد سالہ عظیم الشان تاریخ میں یہ وفد اپنی نوعیت مقاصد و اغراض مذہبی دریوزہ گری کے لحاظ سے غالباً آپ اپنی مثال ہے۔ اسموقعہ پر یہ خیال کس درجہ عبرت انگیز ہے کہ اللہ اللہ آج سے کم و بیش سو برس پیشتر جس قوم کی مجلس میں ہم برابر کی حیثیت رکھتے تھے۔ شومیٔ اعمال سے اب اسوقت اسی کے سامنے اسلئے عاجزانہ حاضر ہو رہے ہیں کہ اپنے رحم طلب معروضات کو پیش کریں"۔ (معارف ماہ فروری ۱۹۲۰ء)

واقعہ میں اس وفد کی نوعیت اور وہ خیال جس کی طرف معارف نے اشارہ کیا ہے۔ نہایت ہی عبرت انگیز ہیں۔ لیکن غالباً اس سے بڑھکر عبرتناک سنٹرل خلافت کمیٹی کا وہ فیصلہ ہے جسمیں اس نے مسٹر گاندھی کو "خلیفۃ المسلمین" کا اقتدار بحال کرانے کے لئے مسلمانوں کا راہنما منتخب کیا ہے اور "خالص مذہبی معاملہ" میں ایک غیر مذہب کے انسان کی ہدایات پر کاربند ہونے کا اقرار کیا ہے۔ کیا اسموقعہ پر یہ خیال ہر ایک مسلمان کے لئے از حد روح فرسا اور ذلت افزا نہیں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں مسلمان جن لوگوں کی دینی اور دنیوی راہنمائی کیلئے سرزمین ہند پر اترے تھے۔ آج انہی میں سے ایک وہ خود بدست و التجا اپنا راہنما بنا رہے ہیں۔ اور وہ بھی کسی دنیوی معاملہ میں نہیں بلکہ خالص مذہبی معاملہ میں۔ کیا کوئی ہے جو انکے اس عروج اور اس زوال کو چشم عبرت سے دیکھے۔ اور سبق حاصل کرے۔

خلافت کمیٹیوں کا مالی پہلو

لکھنوی معاصر "ہندوستانی" نے سوال اٹھایا ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے "چندوں کے حساب کتاب کو باقاعدہ حالت میں لایا جائے"۔ اور اسکی وجوہات میں سے ایک "بڑی اور زبردست" وجہ یہ بیان کی ہے کہ "جنگ بلقان اور طرابلس میں جو لاکھوں کا چندہ جمع ہوا تھا اسمیں

خطبہ جمعہ

رمضان کے روزے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۱۱ جون ۱۹۲۰ء مطابق ۲۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

حضور نے سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ شریفہ یاایھاالذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ ۔ ۷) تلاوت کرکے فرمایا۔

عمل کے سوا علم فائدہ مند نہیں

روزوں کی فلاسفی اور ان کی غرض اور ان کے فرض کئے جانے کے اسباب و فوائد کے متعلق بہت دفعہ ہماری جماعت کو بتایا جاتا رہا ہے۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے۔ کہ علمی طور پر اس مسئلہ کے متعلق بھی کچھ اور زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ علمی طور پر روزے کی اہمیت اور اس کی فلاسفی، اور اس کے فوائد پر جماعت میں ہمیشہ سے روشنی ڈالی جاتی رہی ہے۔ مگر کسی مسئلہ کا علمی طور پر کامل ہونا کسی جماعت کیلئے کافی نہیں ہوتا جب تک عملی طور پر بھی اس میں کمال حاصل نہ کرے۔ کیونکہ اگر علم کے ساتھ عمل نہ ہو تو علم فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔

علم کبھی غم کا موجب ہوتا ہے

بلکہ بسا اوقات ایسا علم حسرت و اندوہ کا موجب ہوتا ہے۔ ایسا آدمی جس کو کوئی بیماری لاحق ہو جائے۔ اور اس کے متعلق عام یہ خیال ہو کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ مثلاً کوڑھ کا مرض ہے۔ اب تک اس بیماری کا یقینی علاج دریافت نہیں ہوا۔ اور جس شخص کو حقیقی طور پر یہ مرض ہو جائے وہ اچھا نہیں ہوا۔ اس شخص کو صدمہ ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ صبر کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ وہ جس مرض میں مبتلا ہے وہ لاعلاج ہے۔ لیکن برخلاف ازیں ایک دوسرا شخص جو ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کا علاج ہے۔ مگر کسی نہ کسی وجہ سے وہ اس علاج سے محروم رہتا ہے اس کو اس محرومی کا جو صدمہ اور اندوہ ہوگا وہ پہلے شخص سے کہیں زیادہ ہوگا۔ یا مثلاً کسی ماں باپ کا کوئی بچہ مر جائے ان کو صدمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اب ہمیں نہیں ملیگا وہ ہمیشہ کیلئے انکو اپنے سے جدا سمجھتے ہیں۔ سوائے مومنین کے جو آئندہ ملنے کی توقع رکھتے ہیں۔ لیکن عام طور پر انسانوں کی فطرۃ یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ بچے کے متعلق یہی سمجھتے ہیں۔ کہ یہ اب ہمیں نہیں ملے گا۔ یہ ایک سخت صدمہ ہے۔ مگر اس کا اثر چند روز میں کم ہو جائے گا۔ مگر ایک دوسرے ماں باپ ہیں۔ کہ ان کا بچہ مرا نہیں بلکہ کھویا گیا ہے۔ تو ان کا صدمہ پہلوں سے زیادہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا بچہ مرا نہیں اس کا ان کو علم ہے اسلئے وہ اسکے ملنے کے بھی آرزومند ہیں مگر یہ علم ان کے لئے دکھ اور صدمہ کا موجب ہوتا ہے ایسے لوگ جن کی اولاد گم ہو جاتی ہے۔ اور ان کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ مر گیا ہے۔ وہ آرزو کیا کرتے ہیں۔ کہ کاش اس سے تو وہ مر جاتا تا اتنا دکھ نہ ہوتا۔ پس ایک چیز کا علم کبھی دکھ کا بھی موجب ہوتا ہے۔

علم رکھنے والے کی ذمہ داری

اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر ایک شخص کو کسی کام کے متعلق علم نہ ہو۔ اور وہ اس میں غلطی کرے۔ تو وہ اس قدر قابل ملامت نہیں ہوتا جس قدر وہ شخص قابل ملامت ہے جس کو کہ اس کے متعلق علم ہو۔ مگر باوجود علم کے وہ اسی غلطی کا مرتکب ہو۔

پس روزوں کے متعلق ہماری جماعت کو بہت حد تک بتا دیا گیا ہے۔ گویا اس مسئلہ میں علمی پہلو مکمل ہے۔ لیکن جب علم کے ساتھ عمل بھی مل جائے تو بہت مکمل ہو جائے گا۔ اگر لوگوں کو روزے کی خوبی معلوم نہ ہو۔ اور وہ نہ رکھیں تو ان کے کیلئے اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا۔ مگر جن کو معلوم ہوا اور وہ باوجود علم کے نہ رکھیں ان کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ اور وہ دوسروں کے نزدیک بھی زیادہ قابل ملامت ہیں۔

روزے کے فوائد

روزوں کا حکم بھوکا رکھنے کیلئے نہیں روزے میں جس قدر خوبیاں ہیں۔ ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ مگر مختصراً جو قرآن نے دو لفظوں میں بتایا ہے یہ ہے کہ لعلکم تتقون۔ روزوں کا حکم دینے سے خدا کی یہ غرض نہیں کہ تم بھوکے مرو۔ اور خدا تمہاری بھوک کی حالت کا تماشہ دیکھے۔ اگر یہ غرض ہوتی تو وہ تمہارے لئے کھانے پینے کے اس قدر افراط کے ساتھ سامان کیوں پیدا کرتا۔ اس نے تمہارے کھانے اور پینے کی ہزار ہا چیزیں پیدا کی ہیں۔ پھر روزہ کا حکم دینے سے کیا مدنظر ہے۔ فرمایا کہ روزے کا حکم اسلئے ہے تاکہ تم ہلاکت سے بچ جاؤ۔ پس خدا تعالےٰ نے روزے اس لئے مقرر فرمائے ہیں۔ تاکہ تم محفوظ ہو جاؤ۔ لیکن باوجود اس کے لوگ سستی کرتے ہیں۔

روزوں میں افراط و تفریط

بعض لوگ تو روزوں کے معاملہ میں افراط کی طرف گئے ہیں۔ اور بعض تفریط کی طرف۔ جو لوگ افراط کی طرف گئے ہیں۔ انہوں نے تو یہاں تک ترقی کی ہے۔ کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی روزہ رکھوا دیئے اور ان کو دودھ نہیں پینے دیا حتٰی کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔ ایک دفعہ اخبار میں پڑھا تھا۔ کہ گرمی کے دنوں میں ایک لڑکی کو اس کے والدین نے روزہ رکھوا دیا جب گرمی کی شدت ہوئی تو وہ لڑکی تڑپنے لگی۔ ماں باپ نے اسکے ہاتھ پاؤں پکڑ رکھے کہ کہیں جاکر پانی نہ پی لے۔ اور وہ ساتھ ساتھ روتے بھی جاتے۔ آخر لڑکی زور کرکے گھڑوں کی طرف گئی اور ان پر گر کر مر گئی۔

روزوں کی تکلیف انسان کے فائدہ کے لئے ہے

تو جنہوں نے افراط کی انہوں نے تو یہاں تک کی اور جو تفریط کی طرف گئے ہیں وہ اچھے خاصے موٹے ہٹے کٹے ہوتے ہیں۔ مگر روزہ نہیں رکھتے۔ جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ تکلیف ہوتی ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم کب کہتے ہیں روزے اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ روزے تو آتے ہی اسلئے ہیں کہ تکلیف دی جائے اور وہ تکلیف بھی جو دی جاتی ہے۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ دیکھو ایک شخص کو بخار ہو۔ اسکو کونین دی جاتی ہے۔ جب کونین کھائی جائیگی تو منہ ضرور کڑوا ہوگا۔ لیکن کونین اسلئے نہیں کھلائی جاتی کہ کھانے والے کا منہ کڑوا ہو ہاں منہ ضرور کڑوا ہوگا۔ مگر بخار بھی اتر جائے گا۔ اسی طرح ڈاکٹر اس لئے نشتر نہیں لگاتا کہ مریض کو دکھ دے۔ بلکہ اس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ آرام ہو۔ لیکن نشتر سے دکھ پہنچنا ضروری ہے۔ اسی طرح روزوں کی غرض یہ نہیں کہ تمہیں دکھ دیا جائے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ روزوں سے تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ تو کیا وہ شخص دانا ہے جو کونین اسلئے نہ کھائے کہ یہ کڑوی ہوتی ہے۔ اور اس پھوڑے میں جس نے اسکی زندگی تلخ کر رکھی ہو نشتر نہ لگانے دے۔ کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ کونین سے منہ کڑوا ہو گا۔ اور نشتر سے درد ہوگا۔ مگر نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ تکلیف دور ہو جاویگی۔ اسیطرح روزہ بیشک تکلیف دیتا ہے۔ لیکن یہ نشتر ہے ان ہزاروں پھوڑوں کے دور کرنے کا جو انسان کی روح میں ہوتے ہیں

وہ شخص جاہل ہے۔ جو بخار سے بھنا جاتا ہے۔ مگر کونین اس لئے کھانے سے انکار کرتا ہے کہ منہ کڑوا ہوتا ہے یا وہ جو نشتر اس لئے نہیں لگواتا کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ ایک ایسا پھوڑا اسکو نکلا ہوا ہے۔ جو اس کے لئے ایک عذاب ہے۔ کونین کڑوی ہے نشتر تکلیف دہ ہے۔ مگر کیا اتنا جتنا بخار۔ اور وہ خطرناک پھوڑا پھوڑا تو وہ ہے۔ جو اس کو موت کی طرف لیجا رہا ہے۔ اور نشتر وہ ہے جو اسکو زندگی دیتا ہے۔

پس جو روزہ اس لئے نہیں رکھتا کہ تکلیف ہوتی ہے وہ گویا علاج سے بچنا چاہتا ہے۔ یا وہ جو روزہ اس طرح رکھتا ہے کہ اپنی زندگی کو ختم کر دے۔ یہ دونوں تفریط اور افراط کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ اور نادانی کرتے ہیں۔ جو اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے وہ شریعت کا روزہ نہیں رکھتا۔ اور وہ جو بھوک یا پیاس کے ڈر سے روزہ ترک کرتا ہے۔ وہ بھی شریعت کے منشاء کو پورا نہیں کرتا۔

اگر بھوک اور پیاس کی تکلیف سے بری ہوتے۔ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے۔ اور پھر اگر روٹی کی ضرورت نہ ہوتی۔ تو وہ صحابہ ہوتے۔ مگر سب کو بھوک لگتی تھی۔ سب سے اعلیٰ نبیوں کی جماعت ہے۔ جس کو بھوک سے بچانا چاہیئے تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں نبیوں میں سے سب سے بڑا نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ مگر وہ بھی پیٹ پر دو دو پتھر باندھے نظر آتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ بھوک کی تکلیف سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔ اگر بھوک کی تکلیف کے خیال سے روزہ ترک کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے روزے معاف ہوتے۔

کیا روزے زمانہ جاہلیت کے لئے تھے

بعض نادان جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت جاہل ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ روزے اس زمانہ کے لئے تھے۔ جبکہ لوگ جاہل تھے۔ اور وحشت ان پر غالب تھی۔ اور وہ نفسانی جوشوں پر قابو پائے ہوئے نہ تھے۔ مگر آجکل کے لوگ علمی طور پر بہت ترقی کر گئے ہیں۔ اور ہم ایسی ترقی پا گئے ہیں کہ ہمیں ڈنڈے اور مشقتوں کے ذریعہ خدا کے جلال کا قائل نہیں کیا جا سکتا مگر ایسے لوگ نہیں جانتے کہ اگر عملی جد و جہد کے بغیر روحانی مراتب حاصل ہو سکتے۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ جد و جہد ضروری نہ ہوتی۔ کیونکہ ان سے زیادہ کون اپنے نفس پر قابو پائے ہوئے ہو سکتا ہے۔ اور علم میں کون آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مگر باوجود اس کے آپ ریاضت کرتے تھے۔

پھر جنکو وحشی اور نا تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے۔ انکی قربانیوں کا یہ لوگ کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جو ان کو وحشی کہتے ہیں۔ یہ لوگ جو بڑے سے بڑا آئیڈیل پیش کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ قوم اور ملک کی خاطر اپنی ذات کو قربان کر سکتے ہوں۔ اگر ہم اسی کو مدنظر رکھیں۔ اور صحابہ کے جوش اور قربانیوں کو مذہبی نہ سمجھیں۔ تو کیا اس کا بھی انکار کر دیا جائیگا کہ ان لوگوں نے اپنی قوم اور ملک کے لئے جو جو قربانیاں کیں ان کا عشر عشیر بھی یہ لوگ نہیں کر سکتے۔

شریعت لعنت نہیں ہے رحمت ہے

پس یہ تفریط کا پہلو ہے۔ اور یہ نادانی کے خیالات ہیں۔ خدا کے احکام کو حیلے بہانوں سے ٹلانے کی کوشش نہ کرو۔ شریعت اسلام لعنت نہیں ہے بلکہ رحمت ہے۔ یہ فضل کی بارش ہے فضلوں کی بارش سے نادان کے سوا کوئی نہیں بھاگتا۔ کیا وہ زمیندار دانا ہے جو وقت پر ہونیوالی بارش سے اپنے کھیت کو بچانے کی کوشش کرے بلکہ وہ تو کوشش کریگا کہ تمام پانی کو جمع کرے۔ اور اگر اسمیں دینداری اور تقویٰ نہ ہو۔ تو وہ یہاں تک منصوبہ کرتا ہے۔ کہ لوگوں کے کھیتوں کا پانی بھی اپنے کھیت ہی میں ڈال لے۔ وہ پانی کی حفاظت کیلئے منڈیریں بناتا اور سو سو جتن کرتا ہے اسی طرح اسلام خدا کا فضل ہے۔ جو شخص اسکے احکام کی تعمیل سے بچنا چاہتا ہے۔ وہ خدا کے ان فضلوں والی شریعت کو لعنت قرار دیتا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اگر وہ شریعت کو لعنت نہیں سمجھتا تو اس سے بچنے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ خوب سمجھ لے کہ شریعت خدا کی رحمت ہے۔ اس کے احکام کو ٹلانے کے لئے بہانے تلاش کرنا جائز نہیں۔ وہ شخص جو شریعت کے احکام کو ٹلانا چاہتا ہے۔ ہلاکت کو بلاتا ہے اور گنہگار ہوتا ہے۔ گرمی کی شدت کے باعث جو روزہ چھوڑتا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جہنم کی آگ کی گرمی اس سے بہت زیادہ تیز ہے۔ جب لوگوں نے نبی کریم ؐ کے وقت میں جہاد سے بچنے کے لئے گرمی کا بہانہ تلاش کیا تو خدا نے فرمایا کہ قل نار جھنم اشد حرًا۔ یہ گرمیاں اتنی گرم نہیں جتنی نار جہنم تیز گرم ہے۔ یہ دنیا کی گرمیاں اسکے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ؞

حضرت مسیح موعود کا طرز عمل

پس میں اپنی جماعت کو خاص نصیحت کرتا ہوں اور عورتوں کو خصوصاً اور مردوں میں سے ان کو جو حضرت صاحب کے ان احکام کو دیکھتے ہیں جو آپ نے افراط کو توڑنے کے لئے دئے۔ لوگوں نے روزوں کی غرض کو ضائع کر دیا تھا۔ جب انہوں نے اس طرح روزے رکھنے شروع کر دئے کہ جان نکل جائے۔ مگر روزہ نہ جائے۔ تو روزہ چونکہ انسان کی ہلاکت کے لئے نہیں۔ بلکہ اس لئے ہے کہ لوگوں کی نجات کا موجب اور زندگی کا باعث ہو۔ اسلئے اس افراط کے خلاف حضرت اقدس نے فرمایا ہے جو کچھ فرمایا۔ اگر حضرت صاحب کا یہ منشاء ہوتا کہ یونہی عذر پر روزہ ترک کر دینا چاہیئے۔ تو آپ اسپر عمل بھی کرتے۔ آپ نے ۷۰ سال کی عمر پائی۔ اخیر عمر کے دنوں میں بوجہ بیماریوں کی کثرت کے آپ کے روزوں میں کمی آئی۔ ورنہ آپ کے روزے نہیں جاتے تھے۔ اور آپ کی غذا اسقدر کم ہوتی تھی کہ دوسرا آدمی دن بھر اسپر گذارہ نہیں کر سکتا علاوہ آپ کی تعلیم کا یہ منشاء ہوتا۔ تو جتنا کام آپ کو اکیلے کرنا پڑتا تھا اور اکیلے آپ کو ساری دنیا کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ لیکن باوجود اس شدت کار اور اس کمزور صحت کے آپ روزے رکھتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ آپ کے روزے نہ جائیں۔

شعائر اللہ کی ہتک

یہ حکم معمولی نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ افراط سے نکلکر کچھ لوگ تفریط کی طرف چلے گئے ہیں۔ معمولی عذر پر روزہ ترک کر دیتے ہیں۔ خصوصاً عورتیں معمولی معمولی عذرات پر روزے چھوڑ دیتی ہیں۔

پھر جو شخص روزہ نہیں رکھتا اور لوگوں کے سامنے کھاتا پیتا ہے تو یہ زیادہ گنہگار ہے۔ کیونکہ اس کے اس عمل سے لوگوں کو ترک روزہ کی تحریک ہوتی ہے۔ اگر کوئی چوری کرتا ہے تو وہ چھپاتا ہے کہ پکڑا نہ جائے۔ لیکن جو روزہ ترک کرتا ہے اور دوسروں کے سامنے کھاتا پیتا ہے وہ دوسروں کو تحریک کرتا ہے کہ روزہ چھوڑ دیں۔ ایسا آدمی شعائر اللہ کی ہتک کرتا ہے۔ پس ایسے گناہ جو دوسروں کو نظر آتے اور دوسروں کیلئے تحریک کا موجب ہوتے ہیں۔ زیادہ سزا کے مستوجب ہوتے ہیں۔ جو لوگ شریعت کے احکام کو اس طرح ٹلاتے ہیں وہ گویا ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام ساری دنیا اور سب زمانوں کیلئے نہیں۔ اور یہ اسلام پر ایسا حملہ ہے جس کا گناہ بہت بڑا گناہ ہے۔

روزے کون نہ رکھے

یہ زمانہ روحانی ترقیات کا ہے۔ اور روحانی ترقیات میں روزے ضروری ہیں۔ اس لئے ان کو مت چھوڑو۔ دعاؤں کے ذریعہ قرب تلاش کرو۔ ہاں جو بیمار ہیں۔ جن کو عرف میں بیمار کہتے ہیں۔ اور جو سفر میں ہو۔ ان کیلئے بھی روزے معاف نہیں وہ دوسرے ایام میں رکھیں اگر تندرست سے تندرست شخص بھی طبیب کے پاس جائے۔ تو وہ کوئی نہ کوئی تلاش کر کے مرض بتائیگا۔ ایسا مرض مرض نہیں بلکہ عرف میں جسکو مرض کہتے ہیں وہ مرض ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سفر بھی وہ جو اتفاقی طور پر پیش آئے۔ لیکن جو شخص تاجر ہے یا

جو ملازم ہے۔ اور اس کا کام ہے کہ وہ دورہ کرے۔ یہ سفر نہیں سفر اتفاقی سفر کو کہتے ہیں جس کو مستقل سفر پیش ہے وہ مسافر نہیں۔ جیسے پھیری والا۔ زمیندار کہتے ہیں کہ ہمیں کام سخت کرنا پڑتا ہے۔ ہم نہیں روزہ رکھ سکتے۔ سو ان کو معلوم ہو کہ ان کا جو کام ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کیلئے جسمانی تکلیف کم ہو گئی ہے اس سخت کام کے باعث ان کے پٹھوں کی حس کم ہو گئی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ ایک دماغی کام کرنیوالا اگر اپریشن کرائے تو اس کے لئے کلورافارم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور زمیندار کہدیتا ہے کہ کلورافارم کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ کہ دماغی کام کرنے والے کی حس تیز ہے اور اس کی کمزوری۔ پس دماغی کام کرنیوالے جو ہیں۔ وہ اس محنت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے دھوپ میں کام کرتے ہیں۔ اور زمینداروں کو جسمانی کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اگر وہ روزہ رکھیں۔ تو ان کی سختی پسند حالت کے باعث ان کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ پڑھنے والا پڑھ پڑھ کر کمزور ہو گیا ہے۔ اور زمیندار کو مضبوط بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس قدرت کے سامان کے ماتحت زمینداروں کے لئے بھی روزہ کچھ مشکل نہیں +

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ توجہ کریں۔ کہ نماز ایک ایسا حکم ہے۔ جو کسی حالت میں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا ہے لیکن روزہ ایسا ہے کہ بیماری اور سفر میں ملتوی کیا جا سکتا ہے۔ اسکا رکھنا ایمان کے حصول اور تقویٰ کیلئے ضروری ہے۔ جو لوگ ٹلاتے ہیں۔ وہ اسلام کو دوسروں کی نظروں میں حقیر کرتے ہیں۔ اور عملی طور پر وہ خود بھی گویا حقارت سے دیکھتے ہیں۔ پس اس سے بچو۔ یاد رکھو۔ جو اسلام کے احکام کی حقارت کرتا ہے۔ وہ اسلام کو چھوڑتا ہے۔ اور اس نعمت کو رد کرتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے حاصل ہوتی ہے +

آخری عشرہ میں دعائیں کرو

(جب دوسرے خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا) یہ رمضان کا آخری عشرہ ہے۔ اسمیں بکثرت دعائیں کرنی چاہئیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں بالخصوص دعائیں کرتے تھے پس تم ان دنوں میں اپنے لئے دعائیں کرو۔ اور ان بھائیوں کے لئے کرو۔ جو تبلیغ کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے ہم پر حقوق ہیں۔ وہ ہمارا فرض اور ہمارا کام کر رہے ہیں۔ اگر ہم ان کیلئے دعائیں نہیں کرینگے۔ تو ان کے حقوق کا اتلاف کرینگے۔ پس جو بھائی گئے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے اور جو جانیوالے ہیں۔ ان کیلئے دعائیں کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ انکے ساتھ ہو۔ ان کی مدد فرمائے۔ ان کو ہدایت پر قائم رکھے۔ اور ان کے ذریعہ ہدایت پھیلے۔ جو لوگ باہر جاتے ہیں۔ ان پر کئی قسم کے ابتلاء آتے ہیں اور ان کے ورغلانے کے کئی سامان ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھ لو کہ جب وہ باہر گئے۔ تو دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے رعایتیں دینے لگ گئے۔ کہ وہ ہم میں شامل ہو جائیں یا تو عیسے کہتے تھے کہ میں موسیٰ کی شریعت کو قائم کرنے آیا ہوں یا عیسیٰ کے ماننے والوں نے شریعت کو لعنت ٹھیرا دیا۔ پس مبلغوں کے لئے بالخصوص دعائیں کرو۔ ان کے رستے میں بڑے بڑے ابتلاء ہوتے ہیں۔ اور ان کے رستے میں خطرناک گڑھے ہوتے ہیں۔ وہ اس کام کیلئے نکلے ہیں۔ جو ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے لئے دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت انکے ساتھ ہو۔ اور وہ ایمان پر قائم رہیں۔ اور دین کی کوئی خدمت ان کے دل میں عجب نہ پیدا کر دے۔ وہ فخر میں نہ آئیں۔ اور اپنی کامیابیوں پر گھمنڈ نہ کریں۔ اور نہ تبلیغ میں وہ طریق اختیار کریں جو دین میں فساد کا موجب ہو کر غیر واجبی نرمی شروع کر دیں پس ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے۔ کہ ان کے لئے دعا کرے۔ انکی کامیابی کے لئے اسلام کی ترقی کے لئے اور ان کیلئے جو ارادہ رکھتے ہیں۔ شاید یہ عشرہ ہی ہماری آیندہ ترقیوں کا ذریعہ ہو جائے۔

چند مفید حوالے

حضرت عیسیٰ اور رسول کریم کے درمیان نبی

حوالہ نمبر ۱ - اسحٰق اور ابن عساکر نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت کی ہے۔ کہ عزیر کا واقعہ حضرت عیسیٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے (ترجمہ۔ تفسیر در منثور جلد اول صفحہ ۳۳۳)

اس حوالہ سے لیس بینی و بینہ نبیٌ والی حدیث کی بحث میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ عزیر نبی حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھے۔

حوالہ نمبر ۲ - اذجاءھا المرسلون من اللہ پھر فرماتے ہیں لکھا ہے:۔ دلکادۃ علی ان المرسلین کانوا اصحاب عیسیٰ لقولہ تعالیٰ انا ارسلنا الآیت فظاھر النسبۃ الحقیقۃ (تفسیر القرآن بکلام الرحمن صفحہ ۳۶۹)

یعنی سورہ یٰسین کی آیت اذجاءھا المرسلون میں مرسلوں سے مراد مرسل من اللہ یعنی پیغمبر ہیں نہ کہ اصحاب عیسیٰ۔ کیونکہ آیت انا ارسلنا کی نسبت سے ظاہر حقیقت ہی ہے اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین اور بھی پیغمبر ہوئے ہیں۔ یہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تصنیف ہے۔ یہ حوالہ بھی لیس بینی وبینہ نبیٌ کی بحث میں الزامی طور پر کام آ سکتا ہے +

جسمانی مردے دنیا میں زندہ نہیں ہو سکتے

حوالہ نمبر ۱ - وحرامٌ علی قریۃٍ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون (سورۃ الانبیاء) محال ست بر دیہے کہ ہلاک کردیم اورا آنکہ باز گردند یعنی بدنیا (تفسیر حسینی) یہ حوالہ ہمارے عقیدہ عدم رجوع موتیٰ کی تائید میں ہے ذیل کے دیگر بعض حوالے بھی اسی کی توثیق و تائید کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۲ - عن ابن عباس ...... لا یرجعون قال الی الدنیا (تفسیر در منثور) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیۃ حرامٌ علیٰ قریۃٍ اھلکناھا انھم لا یرجعون میں لا یرجعون سے یہ مراد ہے کہ ہلاک شدہ لوگ دنیا میں واپس نہیں آ سکتے۔ اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس اس معنی کی تائید میں اس آیۃ سے کیا کرتے تھے جو یہ ہے۔ الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون۔ (سورہ یٰسین)

حوالہ نمبر ۳ - عن قتادۃ حرامٌ علیٰ قریۃٍ اے وجب علیھا انھا اذا ھلکت لا ترجع الی دنیاھا (تفسیر در منثور)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آیۃ وحرامٌ علیٰ قریۃٍ (الخ) کے معنی یہ ہیں کہ جو بستی ہلاک ہو گئی۔ ضروری ہے کہ وہ دنیا کی طرف واپس نہ آئے۔

حوالہ نمبر ۴ - وحرامٌ ممتنعٌ علیٰ اھل قریۃٍ اھلکناھا انھم لا یرجعون اے رجوعھم الی الدنیا (تفسیر جامع البیان) یعنی ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا میں واپس آنا ممتنع ہے۔

حوالہ نمبر ۵ - ممتنعٌ رجوعھم الی الدنیا (بیضاوی) وفات یافتہ لوگوں کا دنیا میں لوٹ کر آنا ممتنع ہے۔ **حوالہ نمبر ۶** :- قال سبحانہ انہ قد سبق منی انھم لا یرجعون۔ (تفسیر خازن صفحہ ۳۵۸) یعنی شہیدوں نے جب دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا ظاہر کی۔ تو اللہ تعالےٰ نے جواب دیا کہ میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ وفات یافتہ لوٹ کر دنیا میں نہیں جائینگے۔ **حوالہ نمبر ۷** - ومن ورائھم برزخٌ حاجزٌ مانعٌ من الرجوع الی الدنیا۔ لقولہ تعالیٰ فیمسک التی قضیٰ علیہ الموت۔ (تفسیر القرآن بکلام الرحمن مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۳۰۵) آیت ومن ورائھم برزخ کے معنی یہ ہیں کہ مردوں کے پیچھے ایک روک ہوتی ہے جو انکو دنیا میں دوبارہ آنے سے روکتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت۔ جس روح پر خدا نے موت کا فیصلہ صادر فرمایا ہے اسکو خدا روک رکھتا ہے۔

حوالہ نمبر ۸ :- جناب امیر المومنین (حضرت علی علیہ السلام) نے خطبہ میں جمعہ کے فرمایا کہ کیا نہیں دیکھتے ہو تم طرف گذرے ہوؤں کے اپنے میں گئے تمھیں پھر نہ آوینگے

[illegible]

فلسفۂ گناہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

انسان عذر تب گھڑتا ہے - کہ وہ اندر ہی اندر اپنے فعل کے ناجائز ہونے کا احساس کرتا ہے - وہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر دھوکے میں ڈالتا ہے - تاکہ اس کا باطنی شعور کسی نہ کسی طرح مدہم ہو یا مٹ جائے - قرآن مجید منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے اسی نکتہ کی طرف یوں اشارہ فرماتا ہے - وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون یعنی وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیتے ہیں - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ پھر انہیں اس کا شعور نہیں رہتا - کہ ان کے وہ افعال ناجائز ہیں - اور یہ اسی لئے کہ وہ ہمیشہ اپنے ناجائز افعال کو جائز بنانے کیلئے کوئی نہ کوئی عذر بنا لیا کرتے ہیں اور فساد کو اصلاح اور شر کو خیر سمجھتے ہیں - لیکن اگر ان مذکورہ بالا مثالوں پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ انسان کو فی الحقیقت ایک فطرتی بصیرت اور شعور ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ تمیز کرتا ہے کہ یہ اصل میں یوں چاہیئے یوں نہ چاہیئے - مگر ہوائے نفس کے ماتحت اپنے آپ کو عذر گھڑ گھڑ کر مجبور کرتا ہے کہ حقیقت کو اپنے اصلی چہرے میں نہ دیکھے - اس کا باطنی تذبذب اور تردد اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ ضرور جانتا ہے حق کیا ہے اور پھر جانتے ہوئے جد و جہد کرتا ہے کہ وہ نہ جانے - دیکھتے ہوئے کوشش کرتا ہے کہ وہ نہ دیکھے - ایک حقیقت کا احساس اس کے اندر ہے جس کو وہ اس کی اصلی صورت و شکل میں دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ اسے ایک اور ہی صورت میں اپنے آپ پر ظاہر کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے - اور یہی درحقیقت نفاق ہے جیسا کہ ایک منافق حقیقت حال کے برخلاف اپنے آپ کو لوگوں پر ایک اور رنگ میں ظاہر کرتا ہے - اور انہیں صریح دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے - ہو بہو ویسے ہی ایک انسان گناہ کرتے وقت باوجود اپنے فعل کو گناہ جانتے ہوئے اپنے اوپر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ گناہ نہیں ۔

غرض جوں ہی کہ انسان ایک ناجائز فعل کی طرف جھکتا ہے معاً اس کے اندر اس کے نفس میں آٹھ حالتیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں -

۱ - اسے اس امر کا شعور ہوتا ہے - کہ وہ ایک جائز فعل سے ناجائز فعل کیطرف جھکنے لگا ہے - اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ اپنے طبعی مرکز کو چھوڑ کر ایک مرکز کی طرف ادھر ادھر جانے لگا ہے -

۲ - یہ جانتے ہوئے بھی وہ تجاہل عارفانہ اختیار کرتا ہے - اس کی حالت اس کبوتر کی طرح ہوتی ہے جو بلی کو دیکھنے کے بعد آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے - کہ بلی نہیں ہے - اس دوسری حالت میں وہ احساس کرتا ہے - کہ وہ ایک نور سے تاریکی اور علم سے جہالت کی طرف انتقال کر رہا ہے

۳ - یہ دوسرا شعور اس میں ایک تذبذب اور تردد کی حالت پیدا کرتا ہے - ... ... اور وہ اس تذبذب اور تردد کو بھی مشعور اور محسوس کرتا ہے -

۴ - اب یہ شعور تذبذب (کہ کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف جھکتا) اس میں ایک اضطراب پیدا کر دیتا ہے - کیونکہ وہ اپنے طبعی مرکز پر قائم نہیں - اور اسے یہ اضطراب و قلق اس لئے بھی ہوتا ہے - کہ اس کو اپنے فعل کے انجام کا بھی شعور خفی ہوتا ہے -

۵ - چونکہ توازن اور سکون نفس انسان کے طبعی مقتضیات میں سے ایک ضروری تقاضا ہے - پس وہ اس تقاضا کے پورا کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے - کہ یا تو اپنے نفس کو ایک طرف جھکا کر ایک نئے مرکز پر قائم کر دے یا اسے اپنے پہلے مرکز پر ہی رہنے دے - اس ضرورت کا شعور بھی اسے طبعی طور پر ہوتا ہے -

۶ - جس طرح ایک شاخ کو اسکے اپنے اصل مرکز سے کھینچ کر باہر نکالنے اور دوسرے مرکز پر قائم رکھنے کیلئے قوت کی ضرورت ہوتی ہے ایسا ہی نفس کے تذبذب کے دور کرنے اور ایک عجیب غیر طبعی حالت پر قائم رکھنے کے لئے اسی قوت کی ضرورت ہوتی ہے - وہ قوت توجہ ہے جس کے ذریعہ سے انسان اپنے نفس کو جائز فعل کے شعور سے کھینچ کر دوسری طرف ہٹا لیتا ہے - وہ اندر ہی اندر محسوس کرتا ہے - کہ وہ اپنی نظر توجہ کو نقطۂ معرفت سے پھیر رہا ہے - اور اس کا نتیجہ طبعی جہالت ہوتا ہے -

۷ - اس مذکورہ بالا فعل کو پورا کرنے کیلئے وہ حیلوں سے کام لیتا ہے - وہ عذر کیا ہوتے ہیں ایک انخداع نفسی یعنی نفس کا دھوکا اس کا بھی شعور اسے ضرور ہوتا ہے -

۸ - جس طرح مذکورہ بالا شاخ پر ایک غیر طبعی دباؤ ہوتا ہے - اور جس طرح کہ ایک انگلی کی ہڈی میں جس کو ٹیڑھا کرنیکی کوشش کیجاتی ہے درد ہوتا ہے - ویسا ہی انسان اندر ہی اندر اپنے نفس پر ایک دباؤ اور ایک درد محسوس کرتا ہے -

یہ وہ آٹھ حالات نفسیہ ہیں - جو ہر ایک انسان میں اسوقت سے لیکر جب اسکے نفس میں ناجائز فعل کا خیال آتا ہے - اور اسوقت تک کہ جب وہ اسے کر لیتا ہے پیدا ہوتی ہیں - اور ایک ایک قدم پر اسے ساتھ ہی یہ شعور و بصیرت ہوتی ہے - کہ وہ کس حالت سے کس حالت کو جا رہا ہے یہ نہیں کہ وہ غفلت اور جہالت میں ہوتا ہے - بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ باوجود ہزاروں عذروں کے اسے اپنے نفس کی حرکات پر بصیرت تامہ ہوتی ہے - یہانتک وہ اسے کرتا ہے اور پھر کرتا ہے - اور پھر بار بار کرتے کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے - فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمات لا یبصرون - یعنی اسوقت جبکہ اسے اپنے باطنی نور کے ذریعہ سے اپنے فعل کے اوائل اور عواقب سے پوری پوری واقفیت و آگاہی ہوتی ہے - اللہ تعالیٰ وہ نور بصیرت اس سے چھین لیتا ہے اور پھر کیا ہے - کہ وہ تاریکیوں سے بچتے بچتے ان میں جا پڑتا ہے - فی الحقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے تو وہ ایک تاریکی نہیں دو تاریکیاں نہیں - بلکہ ہر ایک گناہ کے مقابل میں ویسے ہی ایک تاریکی بھی ہے - جہاں قرآن مجید نے انسانی معرفت کو نور سے تشبیہ دی ہے - ویسے ہی اس کی جہالت کو تاریکی سے موسوم کیا ہے - اور یہ ایک حقیقت نفسیہ ہے - جس کو ہر ایک انسان اپنی جگہ محسوس کر سکتا ہے -

یاد رہے - کہ ہر گناہ میں ایک تاریکی ہے - جب تک انسان میں نور بصیرت ہوتا ہے - اسے علم ہوتا ہے - وہ فعل جس کو کرنا چاہتا ہے گناہ ہے - اور جب تک کہ وہ نور اس میں ٹمٹما رہا ہوتا ہے تب تک گناہ کا خیال آتے وقت وہ ایک حالت تذبذب بعد اضطراب میں رہتا ہے - کیونکہ اس نور کے ذریعہ سے چاہیئے نہ چاہیئے کو وہ دیکھ رہا ہوتا ہے - اور اس لئے بھی نفسی معرفت کی طرف جھکتا ہے اور کبھی اس سے ہٹ کر ایک دوسری طرف جھکتا ہے - اور میں مفصل بتلاؤں گا کہ یہ نفسی جھکاؤ ہٹاؤ (ڈانواں ڈول) کے محرکات و بواعث کیا ہوتے ہیں - اسی حالت تذبذب میں محاذیر کے تندوتار سے نور بصیرت کے سامنے ایک حجاب تننا شروع ہو جاتا ہے - جو اس کو آہستہ آہستہ مدھم کرتے جاتا ہے - یہاں تک کہ وہ بالکل ظلمت میں تبدیل کیا جاتا ہے - اس لئے جو پہلے "نہ چاہیئے" تھا - وہ اس تاریکی میں ایسا غائب ہوتا ہے - کہ پھر وہ چاہیئے رہتا ہی نہیں - اور جو پہلے علم تھا - وہ جہالت بن جاتی ہے -

ـه محسوس ہوتا تھا وہ جائز معلوم ہونے لگتا اور حرج نہ ہو -

اور جو حالت تذبذب تھی ۔ وہ حالت قرار و سکون اختیار کر لیتی ہے کیونکہ نفس اب ایک نئے مرکز پر عذروں اور عادات کے دباؤ کے ذریعہ سے قائم کر دیا گیا ہے ۔ تب جا کر انسان اس آیۂ حکیمہ کا مصداق ٹھہرتا ہے ۔ والذین کفروا .... اعمالھم کظلمٰت فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض ۔ اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا الخ (سورہ نور) اندر ہی اندر اس کا نفس اندرونی تنازع و تذبذب کی کیفیت کی وجہ سے ایک ایسے سمندر کا نمونہ ہوتا ہے ۔ جسمیں موجیں ایک دوسرے کے ساتھ کشمکش کر رہی ہوں ۔ اور ایک طوفان تلاطم برپا ہو ۔ اور اس میں اس کے باطنی نور کے سامنے معاذیر گھٹا ٹوپ بادلوں کی طرح ایک کثیف حجاب پیدا کر رہے ہوں ۔ پس ایسے کرب و اضطراب میں اور ایسے اندھیرے میں انسان کو اپنے آگے پیچھے کی کیا خبر ہو سکتی ہے ۔ وہ اگر اپنا ہاتھ اٹھا کر بھی دیکھنا چاہے تو اسے نہیں دیکھ سکتا ۔ ایسے انسان کو نہ اپنے اعمال کی اصلیت دکھائی دیتی ہے ۔ اور نہ اسے ان کے عواقب نظر آتے ہیں ۔ وہ بجہالت بالکل تاریکی میں ہوتا ہے ۔

یہ گناہوں کی انتہائی حالت کا نقشہ ہے ۔ جو قرآن مجید نے کھینچا ہے ۔ اور اس نے اس نفسانی حالت کا جامع نام کفر رکھا ہے جسکے معنی بھی نور کے پوشیدہ ہونے یا رات کے چھا جانے کے ہیں یاد رہے وہ حالت ہے ۔ جو گناہوں کے بار بار کرنے سے انسان میں اسکے باطنی نور کے غائب ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے ۔ اسی لئے قرآن مجید جہاں جہاں کافر یا کفر کا ذکر کرتا ہے ۔ وہیں نور فطرت کے غائب ہونے اور ظلمت کے آ جانے کو اس کا لازمی نتیجہ بیان کرتا ہے ۔ گویا کفر و ظلمات نفسیہ آپس میں لازم و ملزوم کے طور پر ہیں چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے ۔ والذین کفروا اولیٰھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات الخ یعنی کافروں کا ہم رفیق طاغوت ہوتا ہے ۔ جسکے معنے حد سے بڑھنے والا یا حد سے بڑھنا ہے ۔ اور علمی اصطلاح میں وہ حالت نفسیہ ہے ۔ جو ہمیشہ انسان کے اپنے مرکز معتدل سے ایک طرف ہونے سے پیدا ہوتی ہے ۔ یہ حالت کافر کے لئے ایسے رفیق کے طور پر ہوتی ہے جو ہمیشہ اسے اسکے باطنی نور سے ظلمات کی طرف نکالتی رہتی ہے ۔

قرآن مجید کی اصطلاح میں کفر وہ حالت نفسیہ ہے جسمیں شعور نفسی (کونشنس) کا نور معاذیر و عادات کے حجابوں میں کچھ ایسا غائب ہو جاتا ہے ۔ کہ انسان اپنے اچھے برے اعمال کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا ۔ وہ ایک مسخ شدہ ہستی ہو جاتی ہے ۔ جس کے متعلق قضائے الٰہی یوں فیصلہ کرتی ہے صم بکم عمی فھم لا یرجعون ۔ ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ۔ ختم اللہ علی قلوبھم و علیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم

یہ وہ آخری درجہ ہے ۔ جس کو قرآن مجید نے کفر کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ اور کفر باللہ اور کفر بالرسول ۔ کفر بالکتاب اسی لئے کفر ہیں کہ ان کا آخری نتیجہ یہی کفر ہوتا ہے ۔ قرآن مجید بیان حقیقت ہے ۔ علاوہ ظاہر ہے اس کی شان بالکل نرالی ہے ۔ قرآن مجید نے اس قوت نفسیہ کو جس سے ہم حق ناحق کو شناخت کرتے ہیں ۔ نور کے نام سے پکارا ہے ۔ ہر ایک فرد بشر اپنے اندر ایک دائمی انتباہ محسوس کرتا ہے ۔ کوئی حرکت اس سے سرزد نہیں ہوتی ۔ جس کا اسے علم نہ ہو ۔ میں لکھ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ کیا لکھ رہا ہوں ۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ میں جانتا ہوں ۔ کہ میں لکھ رہا ہوں ۔ اگر روشنی اور بینائی کو ہم نور اس لئے کہتے ہیں کہ اسکے ذریعہ ہم اور ہمارے آس پاس کی سیاہ سفید محسوس چیزیں نظر آتی ہیں ۔ تو بالاولیٰ ہمیں اس باطنی قوت نفسیہ کو نور کہنا چاہیئے ۔ جس کے ذریعہ سے ہم اپنی سب حرکات غیر محسوسہ کے متعلق علم رکھتے ہیں ۔ شعور یا احساس کرنا تو ایک فعل ہے جو اس نور باطنی کا نتیجہ ہے ۔ انتباہ نفسی تو ایک فعل ہے یا خاصہ ہے ۔ جو اس نور باطنی کا اثر ہے ۔ وہ خود وہ شے نہیں جسکے ذریعہ سے وہ صادر ہوتے ہیں ۔ اور میری رائے میں لفظ نور جو قرآن مجید نے حقیقت نفسیہ کے بیان کرنے کے لئے چنا ہے ۔ وہی اصل میں ایک جامع لفظ ہے جو ماہیت نفس انسانیہ کو واضح کرتا ہے ۔

یہ وہ نور نفسی ہے ۔ جو گناہ کے شعور و احساس کا اصل مصدر ہے ۔ سوال یہ تھا کہ گناہ کا احساس انسان کو کیسے ہوتا ہے ۔ اور اس میں نہ چاہیئے کا شعور کیسے پیدا ہوتا ہے ۔ یہ شعور اسی طرح پیدا ہوتا ہے ۔ جس طرح ہم میں اسبابات کا علم پیدا ہوتا ہے کہ سامنے کی کرسی جس کو میں دیکھ رہا ہوتا ہوں ۔ میری نظر سے ہٹائی جا رہی ہے ۔ ظاہر میں کرسی کو ہٹانیوالا ایک ہاتھ ہوتا ہے ۔ میرا اپنا ہاتھ یا کسی اور کا ہاتھ ۔ لیکن میرے باطن کی آنکھ کے سامنے سے حقیقت کو اوجھل میں لیجانے والی میری خواہشیں ۔ میرے معاذیر ہوتے ہیں ۔ جس طرح مجھے یہ نظر آتا ہے کہ وہ کرسی ہٹائی جا رہی ہے ۔ اور مجھے نظر آتا ہے کہ کون ہٹا رہا ہے ۔ ایسا ہی مجھے علم ہوتا ہے ۔ کہ ایک حقیقت میری بصیرت نفسیہ سے غائب ہو رہی ہے ۔ اور مجھے علم ہوتا ہے کہ کون اسے ہٹا رہا ہے ۔ یہ الگ بات ہے ۔ کہ بعض وقت عدم توجہ سے میں اس کا کھلم کھلا احساس نہ کروں ۔ لیکن ضرور ہے کہ میں کبھی نہ کبھی اس کا شعور کروں گا ۔

جس طرح انسان کے باہر عالم فضا میں ایک نور پھیلا ہوا ہے جسمیں مختلف اشیا اور گوناگوں تغیرات نظر آ رہے ہیں ۔ ایسا ہی فضاء نفس میں بھی ایک نور ہے ۔ جسمیں چاہیئے نہ چاہیئے کے اوامر ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں ۔ اور جو اس میں ہونیوالے تغیرات کو دکھلاتا ہے ۔ جونہی کہ ہماری نظر توجہ ان میں سے کسی ایک پر پڑتی ہے ۔ ہمیں وہ نظر آ جاتا ہے ۔ اور جونہی کہ وہ نظر توجہ اس سے کسی اور طرف پھیری جاتی ہے ۔ وہ "چاہیئے نہ چاہیئے" کا امر غائب ہونے لگتا ہے ۔ اس کا نیست ہونا ہی حالت گناہ ہے "چاہیئے نہ چاہیئے" ثابت شدہ حقیقتیں ہیں ۔ ان کا باطنی نظر سے غائب ہو جانا ہی گناہ ہے ۔ یہ نہیں کہ گناہ خود کوئی مستقل ہستی رکھتا ہے ۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے ازل سے پیدا کیا ہوا ہے ۔ بلکہ وہ ایک چیز کے مفقود ہو جانے کا ایسا ہی نام ہے ۔ جیسا کہ اندھاپن نظر کے ضائع ہو جانے کا نام ہے ۔ اندھاپن اصل شے نہیں ۔ جس کا وجود دنیا میں مقصد ہے بلکہ اصل مقصود بینائی ہے ۔ جو اصل اور بالذات مقصود ہے اور جس کے قائم رکھنے کے لئے [illegible] نے کئی سامان مہیا کر دئے ہیں ۔

ان سامانوں میں سے ایک یہی نظام باطنی ہے ۔ جسکی وجہ سے جونہی کہ انسان میں گناہ کی حالت پیدا ہوتی ہے معاً اس میں تردد و اضطراب و قلق کا قوی شعور پیدا ہو جاتا ہے ۔ اسکے اندر ایک کھٹکا و دغدغہ شروع ہو جاتا ہے جو اسے آگاہ کرتا ہے ۔ کہ دیکھنا تم اپنے مرکز طبعی پر نہیں ہو یہ شعور فوراً ایک ستارہ کی طرح جو رات کے آسمان پر چمک نکلتا ہے اور دیکھنے والوں کو بتلاتا ہے ۔ کہ ان کا رخ کس طرف ہے ۔ اور وہ کس سمت کو جا رہے ہیں ۔ یہ شعور ایک قطب نما کی طرح محافظ ہوتا ہے ۔ حواس کی جیسا کہ میں اوپر بتلا چکا ہوں ۔ قدم قدم پر حفاظت کرتا ہے ۔ اگر انسان میں یہ شعور اس کے

گناہ کی طرف مائل ہوتے وقت پیدا نہ ہو جاتا تو وہ یقیناً یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ اس شعور کی اہمیت کو قرآن مجید نے ہماری توجہ عالم سماوی میں الطارق یعنی نجم ثاقب (روشن ستارہ) کی طرف پھیرتے ہوئے یوں واضح کیا ہے۔ ان کل نفس لما علیہا حافظ - ہر ایک نفس کے لئے ایک محافظ مقرر ہے۔ جو تاریکی گناہ کے شروع ہونے پر پیدا ہو کر اس کی ایسے ہی حفاظت کرتا ہے۔ جیسے کہ رات کے وقت نجم ثاقب طلوع کر کے لوگوں کیلئے ہادی و محافظ بنتا ہے۔ عربی زبان میں طارق کے معنی رات کو طلوع کرنیوالا اور کھٹکھٹانے والا ہیں۔ طرق الباب (دروازے کو کھٹکھٹایا) اور یہ دونوں صفتیں اس طارق نفسی یعنی شعور میں ہوتی ہیں۔ جو صرف اسی وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جب نور نفس میں تاریکی گناہ کا انقلاب ہونے لگتا ہے۔

اس مذکورہ بالا انتظام نفسی سے آپ کو پتہ لگ سکتا ہے کہ مشیت الٰہی کیا ہے۔ مشیت الٰہی یہ ہے کہ انسان گناہ سے بچے۔ اور وہ نور نفس کی روشنی کے واسطے سے اپنے اسی مرکز پر قائم رہے۔ جو اس کے لئے باعث زندگی ہے اور تمیز کرے وہ دیکھے اور چلے نہ یہ کہ آنکھیں بند کر کے ادھر ادھر ٹھوکریں کھائے۔ انسانی نفس پر غور کرنے سے فرقہ ہائے شنائیوں اور قدریوں کے خیالات باطلہ کی صاف صاف تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا قول ہے کہ گناہ مشیت الٰہی ہے۔ اور شر پہلے سے مقصود و مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خیر محض ہے۔ نعوذ باللہ چاہتا ہے کہ گناہ ہو۔ گویا ان کے نزدیک شر بھی ایک مستقل وجود پہلے سے اس غرض کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔ حالانکہ جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں۔ اس کا کوئی اصل و مستقل وجود ہے ہی نہیں۔ پس جب اس کا اپنا ذاتی وجود ہی نہیں۔ تو اس کے پیدا کئے جانے کے کیا معنی! ما اللہ یرید ظلما للعلمین۔

ایسا ہی کفارہ کا مسئلہ بھی رد ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کی حفاظت کا انتظام اس کی فطرت میں موجود ہے۔ اسکو حاجت نہیں کہ گناہ سے بچنے کے لئے اس کی خاطر کوئی دوسرا اپنا خون گرائے۔ جب گھر میں سامان موجود ہے تو باہر سے لانے کی کیا احتیاج ہے۔

بدن میں جب کبھی کوئی حالت اپنے حد اعتدال سے ایک طرف ہو جائے۔ تو خالق فطرت نے اسکو اپنے نقطہ پر بحال کرنے کے لئے وہیں انتظام کیا ہوتا ہے جیسا کہ اس نے موسم گرما میں جسم پر بیرونی حرارت کے اثر کو معتدل کرنے کے لئے پسینے کے پیدا ہونے کا سامان جسم کے اندر ہی رکھا ہے۔ گرمی کے سبب رگیں وسیع ہو جاتی ہیں اور ان میں خون زیادہ بہنے لگتا ہے۔ جس سے پسینے نکالنے والے غدے پانی کو جذب کر کے پسینے کی شکل میں باہر نکالتے ہیں اور اس طرح جسم کی حرارت اعتیادی درجے سے بڑھنے نہیں پاتی۔ حالت بخار میں بھی پسینے لانے کی دوائی دیجاتی ہے۔ ایسا ہی انسان جب کبھی حالت گناہ کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ تو اس کے نفس ہی میں عام قانون کے ماتحت اسکو اسکی اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹائے جانے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اسکو کفارے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس کو اسبات کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی معلم کوئی مربی اسے ایسی تعلیم دے جو اسکے فطرتی نور و شعور کا کماحقہ انکشاف کرے۔ اور انہیں بڑھائے نہ کہ ایسی تعلیم دے۔ جو ان کو مدہم و مضمحل کر دے۔ کیا کفارے اور ہنسارالیہ معتقدات پر ایمان لا کر گناہ سے نجات ہوتی ہے یا انسان جرأت کر کے اسمیں اور بھی گود پڑتا ہے۔ ایسا ایمان و اعتقاد فطرت نفسیہ کے بالکل مغایر ہے۔ وہ گناہ کے لئے ایک مثبت وجود ثابت کر کے اسے نابود نہیں کرتا۔ بلکہ اسے قائم و مضبوط کرتا ہے۔

یہاں تک تو میں نے یہ بتلایا ہے کہ گناہ کیا ہے اس کا شعور کیوں اور کیسے پیدا ہوتا ہے۔ اسکے لوازمات کیا کیا ہیں اسکے درجات کیا ہیں۔ آئندہ میں یہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ وہ کن محرکات یا اسباب کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا انجام ہلاکت کیوں ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں اس بحث کے اندر ایک ایسا اصل انشاء اللہ قائم کر دونگا جس سے میرے محسن و مربی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی علیہ السلام کے اس سوال کا جواب بھی ہو گا۔ کہ نیکی وبدی کی آپس کی نسبتیں و متعاویر کیا ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

احباب سے درخواست ہے۔ کہ جس طرح میں اپنے نفس و محیط کو سامنے رکھ کر اور اسے خوب دیکھ بھال کر مضمون لکھتا ہوں۔ ویسے ہی وہ بھی مہربانی کر کے اسے پڑھنے کی کوشش کریں +

زین العابدین ولی اللہ

قادیان دارالامان

(اشتہارات)

ہر ایک اشتہار کے مضمون کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

قادیان میں عمدہ موقعہ کی کئی زمین بر لب سڑک بھی مل سکتی ہے

میں نے اعلان کر دیا تھا کہ عنقریب بڑی سڑک کے اوپر کے ٹکڑے نکلنے والے ہیں۔ جنکی قیمت پندرہ روپیہ فی مرلہ ہوگی۔ وہ موقعہ تو ابھی نہیں نکلا لیکن ایک اور نہایت عمدہ موقعہ کی زمین نکل آئی ہے۔ یہ زمین محلہ دارالرحمت کے مشرق میں بڑی سڑک کے اوپر واقع ہے۔ اور دوسری طرف بھی بورڈنگ ہائی کی سڑک یعنی بابو رحمت اللہ صاحب کے مکان کے سامنے تک پھیلی ہوئی ہے ہندوؤں کا تالاب اسکے جنوب میں ہے۔ یہ زمین قرب کے لحاظ سے بھی اچھی ہے۔ اور موقع بھی نہایت عمدہ ہے۔ قریباً ۲۴ کنال کے ٹکڑے قابل فروخت ہیں۔ قیمت حسب ذیل ہے۔ اندرون محلہ کوچوں کے اوپر کے ٹکڑے فی مرلہ پندرہ روپیہ کے حساب سے تین سو روپیہ کنال۔ دارالرحمت کے مقابل بڑی سڑک کے اوپر کے ٹکڑے فی مرلہ ساڑھے سترہ کے حساب سے ساڑھے تین سو روپیہ کنال۔ بورڈنگ ہائی کی سڑک کے اوپر کے ٹکڑے پچیس روپیہ فی مرلہ کے حساب سے پانچ سو روپیہ کنال۔ ایک ٹکڑے عموماً دو کنال اور خاص صورتوں میں ایک کنال سے کم کے رقبہ میں فروخت نہیں ہونگے ❊

محلہ دارالفضل میں بھی زمین موجود ہے۔ قیمت ۱۲٫۸ روپیہ فی مرلہ کے حساب سے ڈھائی سو روپیہ فی کنال۔ رعایتی قیمت والے ٹکڑے ختم ہو چکے ہیں۔ محلہ دارالرحمت میں تمام قابل فروخت ٹکڑے فروخت ہو چکے ہیں۔ ہاں سٹور کے لنگر خانہ کے پاس زمین قابل فروخت موجود ہے مگر چونکہ یہ زمین پرانی آبادی کے بالکل قریب بلکہ ساتھ ہے اسلئے اسکی قیمت زیادہ ہے یعنی نسبتاً قرب و بعد کے لحاظ سے بیس اور پچیس روپیہ فی مرلہ اور سڑک کے اوپر چالیس اور پینتیس روپیہ فی مرلہ۔ خواہش مند احباب اپنی درخواستیں مع زر قیمت بھجوا دیں کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ صرف درخواست آتی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ روپیہ نہیں آیا ہوتا اس لئے ٹکڑا نامزد نہیں کیا جاتا اور اتنے میں اور صاحب قیمت ادا کر کے زمین خرید لیتے ہیں ❊

مرزا بشیر احمد۔ قادیان

رمضان المبارک میں خاص رعایت

(۱۰ شوال تک مدت بڑھادی گئی)

ایک سو غیر مستطیع اصحاب کے لئے اس ماہ مبارک میں یہ رعایت کی جاتی ہے ۔ کہ جو احباب اخبار فاروق کی خریداری کیلئے ۱۰ شوال تک درخواستیں کریں ۔ ان کو بجائے چار روپیہ سالانہ کے عہ سالانہ پر سال بھر تک فاروق دیا جائیگا ۔ یہ اخبار خلافت ثانیہ کے عہد کا سب سے پہلا اخبار ہے ۔ جس میں مخالفین سلسلہ و دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جوابات اور دیگر مفید مضامین اور اخبارات ہوتے ہیں جو ہفتہ وار ہر جمعرات کو ۱۰ صفحہ عمدہ کاغذ رنگدار پر شایع ہوتا ہے ۔ اس کا اصل چندہ چار روپیہ سالانہ ہے ۔ جو ایک سو خریداروں کو جن کی درخواستیں ۱۰ ماہ شوال تک وصول ہونگی صرف عہ سالانہ پر دیا جائے گا ۔ بشرطیکہ درخواست کے ساتھ عہ پیشگی ادا کریں یا وی پی کی اجازت دیں ۔

مستطیعین اس رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیں ۔ ایسا نہ ہو کہ سو کی تعداد پوری ہو جائے اور پھر آپکی درخواست پہونچے ۔ تبدیل پر درخواست ارسال فرمائیں ۔

منیجر فاروق قادیان گورداسپور پنجاب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آپ کے خلیفہ اول حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رض کا مصدقہ ممیرا اور حضرت خلیفہ اول کا بتایا ہوا

سرمہ ممیرا اور سلاجیت

اصلی ممیرا ایک ایسی چیز ہے ۔ جو امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک مجمع کے سامنے مسجد مبارک میں ممیرا پیش کیا ۔ آپ نے اسے بہت پسند فرمایا ۔ اور فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے ۔ جس سے لوگ ہزار ہا روپیہ کماتے ہیں ۔ میں نے حضور علیہ السلام کی اجازت کے بعد سلسلہ کے اخبار بدر و الحکم اور رسالہ میگزین میں اس سرمہ شایع کیا ۔ اور خدا کا شکر ہے کہ بہت لوگوں نے اس سے فایدہ اٹھایا اور میں نے بھی نفع اٹھایا ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

میں اس سرمہ اور ممیرے کو ہمیشہ اسی نیت سے مشتہر کرتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مصدقہ ہے ۔ اور نسخہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کا تجویز کردہ ہے جو لوگ امراض چشم میں مبتلا ہیں یا بطور ما تقدم کے طور پر حفاظت کے طور پر حفاظت چشم چاہتے ہیں

وہ اس سرمہ کا استعمال کریں ۔ حضرت حکیم الامۃ رض نے اس سرمہ کے متعلق فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است"

یہ سرمہ دھند ۔ جالا ۔ پھولا ۔ پڑوال ۔ سبل اور سرخی اور ابتدائی موتیا بند اور دیگر امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے ۔

قیمت سرمہ ممیرا قسم اول عہ ۔ فی تولہ ۔ اصلی ممیرا کی دس روپے فی تولہ ۔ یہ سرمہ جن کی آنکھیں دکھتی ہوں ان کیلئے بہت مفید اور مجرب اور مقوی بصر ہے خصوصاً طلباء کیلئے ۔

سلاجیت

محیط اعظم سے نقل کیا گیا ہے جس کی عبارت یہ ہے ۔ مقوی جمیع اعضاء نافع صرع مشتہی طعام قاطع بلغم و ریاح و دافع بواسیر فساد بلغم و قاتل کرم شکم ۔ مفتت سنگ گردہ مثانہ سلسل البول و سیلان منی و یبوست و درد مفاصل وغیرہ کے لئے بہت مفید ہے ۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت ہمراہ دودھ استعمال کریں ۔

قیمت ۔ قسم اول عہ ۔ فی تولہ

احمد نور کابلی ۔ تاجر مہاجر قادیان گورداسپور

پٹیل کے بلا کمانیدار سروتے

پانی پت کا سروتہ بوجہ اپنی خوبصورتی کے عرصہ سے مشہور چلا آیا ہے ۔ ان میں دھار کا لوہا نہایت پختہ اور چمکدار لگایا جاتا ہے ۔ اور خاص کر اپنی وضع قطع و نقش و نگاری کے لحاظ سے تو شریف گھرانوں کے لئے ایک نہایت ہی عجیب اور کار آمد تحفہ بن گیا ہے ۔ زیادہ تعریف لاحاصل ہے خود منگا کر دیکھو اوروں کو دکھاؤ ۔ سروتہ انگ نمبر ۱ عہ سروتہ نمبر ۲ عہ ۔ سروتی نمبر ۱ عہ سروتی نمبر ۲ عہ محصولڈاک

المشتہر

شیخ محمد محی الدین منیجر سروتہ فیکٹری شہر پانی پت

لوئر مڈل سکول کی ہیڈ ماسٹری کیلئے ضرورت

بی اے فیل ایف اے پاس ۔ انٹرنس پاس تجربہ کار استاد یا محض انٹرنس پاس قابل احمدی احباب لوئر مڈل سکولوں کی ہیڈ ماسٹری کیلئے ناظر تعلیم و تربیت کو مع اسناد درخواستیں ارسال کریں سب اے وی بی و غیرہ پاس اصحاب تنخواہ معقول دیجائیگی

المشتہر ۔ **ناظر تعلیم و تربیت قادیان**

لاہور میں احمدی دواخانہ

جس کا نام

حضرت خلیفۃ المسیح نے رفیق مریضاں رکھا ہے جس میں ہر قسم کے انگریزی نسخہ جات تیار کئے جاتے ہیں ۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا ملتمس ہوں کہ اگر کسی بھائی کو انگریزی نسخہ یا دوائی کی ضرورت ہو تو میری معرفت طلب فرمائیں ۔ باہر کے آرڈر بھی سپلائی کئے جاتے ہیں

عبد الجلیل رفیق مریضاں میڈیکل ہال اندرون موچی دروازہ لاہور

اس سرمہ کے استعمال سے میں نے عینک لگانی چھوڑ دی

یہ سرمہ مروارید ی ۔ جو کہ مروارید اور ماہیران وغیرہ قیمتی اجزا سے تیار کیا گیا ہے ۔ ازالہ ضعف بصارت کیلئے اکسیر ہے ۔ چار سال متواتر عینک لگانے کے بعد جب میں نے اس کا استعمال کیا تو خدا کے فضل سے جلد ہی عینک کی ضرورت نہ رہی ۔ اب چھ سال سے عینک یاد نہیں اور بھی ضعف بصارت کے بیشمار مریضوں پر خدا کے فضل سے اس کو مفید پایا ضرور مند فائدہ اٹھائیں ۔ قیمت فی تولہ ہے

خاکسار حکیم محمد الدین احمدی گوجرانوالہ

"سب اوورسیروں کی ضرورت"

محکمہ نہر مالاکنڈ کیلئے چند اوورسیروں کی ضرورت ہے ۔ جو صاحب یہاں ملازمت کرنا چاہیں ۔ وہ اپنی اپنی درخواست بنام کنال ڈویژنل آفیسر مالاکنڈ بھیج دیں ۔ ناظر امور عامہ

اشتہار دینے والوں کو اطلاع

الفضل چونکہ احمدیہ جماعت کا مسلمہ آرگن ہے ۔ اور اس کا ایک ایک پرچہ دس دس آدمیوں کی نظر سے گذرتا ہے ۔ اور اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں ۔ اس لئے اشتہار دینے کا بہترین ذریعہ ہے ۔ اجرت نہایت ارزاں بہت جلد منیجر سے خط و کتابت کر کے اپنے اپنے اشتہار کے لئے جگہ حاصل کر لیں ۔ کیونکہ اشتہارات کے لئے صرف دو صفحے مقرر ہیں ۔

[illegible] کے لئے شائع ہوا